یورو اسلام

عصری مذہبی مباحث کے تناظر میں جنم لینے والی ایک اہم اصطلاح کا تعارف

''یورو اسلام'' کی اصطلاح غالباً سب سے پہلے ١٩٩٦ء میں سویڈن کے ایک پروگرام میں استعمال ہوئی۔ اس پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ یورپ اور مسلم ہمسایوں کے درمیان مذہبی اور ثقافتی تناؤ کو کیسے کم کیا جائے۔ یہ پروگرام یورپی یونین کے ایک بڑے منصوبے کا حصہ تھا جو بارسلونا میں طے پایا تھا اور اسے بارسلونا پروسس کا نام دیا گیا تھا۔ بارسلونا پروسس کے مقاصد میں اور باتوں کے علاوہ یہ ہدف بھی شامل تھا کہ یورپ ایسی خارجہ، اقتصادی اور سماجی پالیسیاں اختیار کرے گا جن میں اسلام کو بہتر طریقے سے سمجھنے پر زور دیا جائے گا اور یورپ میں اسلام کے بامعنی کردار کو یقینی بنایا جائے گا (یورو اسلام - یادداشت ١٩ر نومبر ١٩٩٦ء)۔ یہاں خاص بات یہ تھی کہ اسلام سے صرف یورپ میں بسنے والے مسلمان مراد نہیں بلکہ اس میں پورا عالم اسلام شامل تھا اور یورپ کے مستقبل میں اسلام کے مثبت کردار کو تسلیم کیا گیا تھا۔

''یورو اسلام'' کی اصطلاح یورپین اسلام کے معنی میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ بلجیئم کے معروف ماہر سماجیات فلپ داستیو نے ١٩٩٦ء میں پیرس سے کتاب شائع کی تھی جس میں اس نے یورپ کی نئی ابھرتی ہوئی مسلم معاشرت کا مطالعہ پیش کیا۔ اس کا عنوان تھا: ''یورپین اسلام کی تشکیل کا سماجیاتی مطالعہ''۔ یورپین اسلام کی اصطلاح

پروفیسر طارق رمضان اور دوسرے یورپی مسلم مفکرین نے بھی اپنائی۔ ١٩٩٦ء سے پہلے مغرب میں مسلمانوں کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ مختلف ملکوں کے حوالے سے تھیں اور اس لحاظ سے فرنچ اسلام، برٹش اسلام وغیرہ کی اصطلاحیں زیادہ مقبول تھیں۔ بعض مسلم علماء ان اصطلاحوں کے حق میں نہیں تھے۔ ان کے نزدیک ایسی اصطلاحیں اسلام کی عالمگیر شناخت کو کمزور کرتی ہیں۔ ان اصطلاحات کے حامی لوگوں کے نزدیک مذہب کا سماجیاتی مطالعہ مقامی اثرات کو نمایاں کرتا ہے، جس سے ان مذہبی معاشروں کا مقامی تشخص ابھر کر سامنے آتا ہے۔ چنانچہ انہی بنیادوں پر یورپی اسلام یا یورو اسلام کی اصطلاح کی مخالفت بھی ہوئی کیونکہ یورپ میں مسلم معاشرت یورپ کے مختلف ملکوں کے لحاظ سے مقامی تھی۔ اور ایسی معاشرت وجود میں نہیں آئی تھی، جو پورے یورپ میں یکساں ہوں۔ تاہم ان تمام مباحث میں یورپین اسلام سے مراد یورپ میں آباد مسلمان اور ان کی معاشرت تھی، جو الگ الگ ممالک میں آباد تھے، لیکن ان کی اسلامی اقدار بہت حد مشترک تھیں۔

یورو اسلام کی حمایت میں یہ دلیل پیش کی گئی کہ برٹش اسلام یا فرنچ اسلام کی اصطلاحیں ان لوگوں میں مقبول رہی ہیں جو مسلم معاشرتوں کا مطالعہ نسلی بنیادوں پر کر رہے تھے یا جو نقل مکانی کے پس منظر میں یورپ میں آبادیوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان جائزوں میں اسلام کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی نہ ضرورت سمجھی گئی اور نہ ان ماہرین میں اس کی صحیح استعداد تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسلم آبادیوں کو عارضی، پناہ گزین اور نقل مکانی کی معاشرت سمجھا جن کا کوئی مستقل اور پائیدار مستقبل نہیں تھا۔

اسلامی دنیا میں بھی یورپ میں آباد مسلمانوں کو عارضی آبادیاں سمجھا گیا۔ علمائے اسلام کے نزدیک یورپ ابھی تک دارالحرب تھا۔ ان آبادیوں کو مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے انہیں معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے نقل مکانی کی اجازت تو دی گئی لیکن مذہبی لحاظ سے ان کو مستقل قیام کی اجازت نہیں دی گئی۔ بہت عرصے تک مغرب میں آباد مسلمانوں کی حیثیت مسلم اقلیات کی رہی۔ تاہم حقیقتاً یہ مستقل آبادیاں تھی جنہوں نے یورپ میں مسلم معاشرت کی بنیاد ڈالی اور جہاں بعض مقامی اثرات کو قبول کیا وہاں یورپ پر اپنے ثقافتی اثرات بھی مرتب کیے۔ حلال گوشت، مساجد، اسلامی مراکز، مسلم قبرستان اور اسلامی لباس سے لے کر مسلم پارلیمنٹ، اسلامی بینک اور دوسرے ادارے متعارف کرائے۔

یورپی مسلمانوں کو اپنا اسلامی تشخص قائم کرنے میں یورپ کے سیکولرازم نے سب سے زیادہ تقویت دی۔ سیکولر فضا میں تمام مذاہب کو یکساں پنپنے کے مواقع ملے۔ عالم اسلام میں سیاسی اور مذہبی آزادی اکثر حالات میں محدود تھی۔ مسلمان دانشوروں، سیاست دانوں اور دینی علماء نے اپنے ملک کی پابندیوں سے آزادی کی خواہش میں یورپ میں قیام کیا۔ مذہبی جماعتوں نے جدید سائنس، ٹیکنالوجی، اسلحہ اور ابلاغ کی تعلیم کیلئے یورپ کے سفر کی اجازت دی۔ حتی کہ دعوہ اور جہاد کی کامیابی کیلئے یورپ میں قیام اور تعلیم ناگزیر سمجھا گیا۔ یوں یورپ میں مسلم معاشرت زیادہ آزاد طریقے سے مستحکم ہوئی۔ عالم اسلام کی مختلف مذہبی اور سیاسی تنظیموں نے یورپ میں اپنے مراکز قائم کیے۔ ان میں سے اکثر تنظیموں نے اپنے اپنے ملک کی سیاسی جنگیں بھی یورپ کی سرزمین سے لڑیں اور اپنے فرقہ وارانہ اور سیاسی اختلاف سے یورپ کو متعارف کرایا۔ تاہم ان تنظیموں نے یورپ میں مسلمانوں کے تنوع کو ایک نئی جہت دی۔ یورپ کی مذہبی معاشرت بتدریج سیاسی نوعیت اختیار کرتی گئی۔ لیکن اس کے ساتھ یورپ میں مذہبی احیا کا سبب بھی بنی اور بین المذاہب روابط کو بھی بڑھایا۔ اس تبدیلی کے دوران یورپ کی عیسائی معاشرت کا سب سے بڑا اثر مسجد کی تشکیل نو پر ہوا۔ مسلمان امام کا ایک نیا تصور ابھرا۔ یورپی امام مسجد محض نمازوں کا امام نہیں، وہ مسلمانوں کا رہنما، ترجمان اور سماجی مشیر بھی ہے۔ مسجد اپنی نوعیت کے لحاظ سے صرف نمازوں تک محدود نہیں بلکہ چرچ کی طرح وہ مقامی مسلمانوں کی سماجی اور اقتصادی زندگی کا مرکز بھی ہے۔

یورواسلام یا یورپین اسلام کن معنوں میں یورپی ہے؟ کیا یہ یورپ میں تیار شدہ اسلام کی نئی شکل ہے؟ کیا یہ جدیدیت کا دوسرا نام ہے؟ کیا یہ سرمایہ دارنہ لبرلزم اور انفرادیت پسندی کی تحریکوں سے متاثر ہے؟ اور کیا یہ یورپ سے اسلام کے احیاء کی ابتداء ہے؟

ان سوالوں کا جواب ہاں میں بھی ہے اور نہیں میں بھی۔ کیونکہ یورپی مسلمان بھی اپنے دینی رویوں میں اتنے ہی متنوع ہیں جتنے مسلم ملکوں میں رہنے والے مسلمان۔ ان میں راسخ العقیدہ اور اپنے آبائی معاشروں کے رسم ورواج کے پابند بھی ہیں، سیاسی کارکن بھی ہیں، سیکولر بھی ہیں اور لبرل بھی۔ یورپ کے معاشروں نے ان کو کبھی پوری طرح قبول نہیں کیا تو ان میں سے بیشتر نے کبھی یورپی معاشرت کو بھی پوری طرح قبول نہیں کیا۔

دہشت گردی کے حالیہ واقعات کے بعد یورپی معاشروں نے مسلم آبادیوں کو جن مشکوک نظروں سے دیکھا اس سے مسلمان ایک دوسرے کے قریب بھی آئے ہیں اور انہوں نے یورپی معاشرت کو پہلی مرتبہ سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ میزبان معاشروں پر جہاں اسلام کا خوف طاری ہوا ہے، مسلمانوں سے منافرت میں اضافہ ہوا ہے، وہاں اسلام اور مسلمانوں کو زیادہ بہتر جاننے کی ضرورت کا احساس بھی ہوا ہے۔

اب مسلمان عارضی آبادیاں نہیں ہیں کہ وہ اپنے آبائی ملکوں کو واپس چلے جائیں گے۔ یورپی ممالک کی حکومتیں مسلم معاشروں کے بارے میں مل جل کر سوچنے لگی ہیں۔

مشرقی یورپ میں کمیونزم کی پسپائی سے یورپی اسلام کا ایک اور پہلو بھی سامنے آیا ہے جو اب تک نظروں سے اوجھل رہا تھا اور وہ یہ ہے کہ یورپ میں اسلام محض مہاجر اسلام نہیں ہے، اس میں یورپ کے وہ لوگ بھی شامل ہیں جو صدیوں سے یورپ میں آباد ہیں۔ بوسنیا اس کی معروف مثال ہے۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان

یورواسلام یا یورپین اسلام کن معنوں میں یورپی ہے؟ کیا یہ یورپ میں تیار شدہ اسلام کی نئی شکل ہے؟ کیا یہ جدیدیت کا دوسرا نام ہے؟ کیا یہ سرمایہ دارانہ لبرلزم اور انفرادیت پسندی کی تحریکوں سے متاثر ہے؟ اور کیا یہ یورپ سے اسلام کے احیاء کی ابتداء ہے؟

یورپی باشندوں کی ہے جنہوں نے بیسویں صدی میں اسلام قبول کیا اور ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے ایک خطاب میں اسلام کی اشاعت میں یورپ کی خدمات کا ذکر کیا تھا جس میں ماضی کے تذکرے کے ساتھ مستقبل کی امیدوں کا بھی ذکر تھا۔ مولانا ندوی اس بات کے قائل تھے کہ ماضی کی طرح آج کے مسلمانوں کو بھی یورپ کے علوم، تکنیک اور ثقافت سے استفادہ کرنا چاہئے جس سے اسلام کو استحکام حاصل ہو۔

یورپ میں مسلمانوں کی موجودگی اور یہاں کے عوام کی اکثریت میں اسلام سے دلچسپی سے اس امید کو تقویت ملتی ہے کہ خوف اور شک کی فضا جو حالیہ واقعات کی وجہ سے طاری ہے، وہ بہت جلد ختم ہوجائے گی اور یورواسلام، یورپ اور عالم اسلام کے درمیان ایک مضبوط پل کا کام دے گا۔

(ادارہ تحریر)

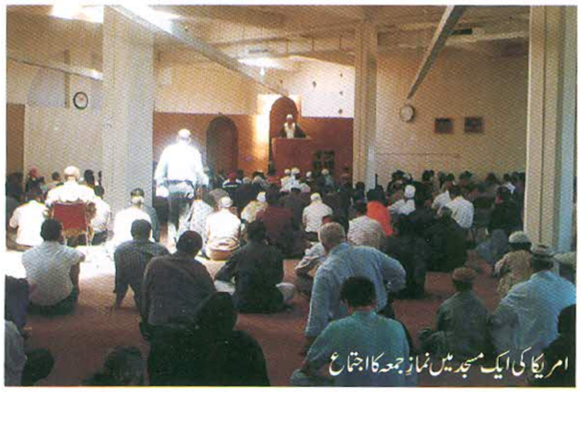

امریکا کی ایک مسجد میں نمازِ جمعہ کا اجتماع

مغربی تہذیب

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ رُوح اس مدنیّت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

یورپ

تاک میں بیٹھے ہیں مُدّت سے یہودی سُود خوار
جن کی رُوباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!

(ماخوذ از نطشہ)

مشرق و مغرب

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بَری ہے نہ مغرب اس سے بَری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

یورپ اور سُوریا

فرنگیوں کو عطا خاکِ سُوریا نے کیا
نبیِ عفّت و غمخواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سُوریا کے لیے
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری!

سیاستِ افرنگ

تری حریف ہے یا رب سیاستِ افرنگ
مگر ہیں اس کے پُجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اُس نے دو صد ہزار ابلیس!